

سوالات

ملکی سیاست جس مشکل بلکہ ادنیٰ مرحلہ میں داخل ہو چکی ہے، اس پر قطعاً کوئی حیرانی نہیں ہے۔ قدرت کا قانون ہے کہ ہر ذی روح کے دنیا سے اٹھنے سے پہلے اسکا اصل چہرہ، کردار یا روپ عام لوگوں پر آشکارہ کیا جائیگا۔ ہمارے اداروں، انکے سربراہان اور ملک کے مقتدر طبقہ کے ساتھ بالکل بھی ہورہا ہے۔ معاملہ عزت اور بے عزتی کا ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ کیونکہ عزت یا اسکانہ ہونا، ایک ذہنی کیفیت سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں ہے۔ اگر کوئی انسان اپنے دماغ کو اس طرح ڈھال لے کہ فکری طور پر عزت کے جو ہرہی سے باہر نکل جائے، تو معاملہ بے حد آسان مگر پیچیدہ ہو جاتا ہے۔ پاکستان میں یہ سب کچھ اس وقت بھر پور طریقے سے ہورہا ہے۔ جھوٹ کا سمندر ہے، جس میں پورا ملک غوطے کھا رہا ہے۔ جو نجام ہونے والا ہے، اس پر کوئی بات نہیں کر رہا۔

انسانی فکر کو آپ سوالات کرنے سے نہیں روک سکتے۔ نازک مگر اہم سوالات ہر سنجیدہ آدمی کے ذہن میں ہیں۔ جواب دینے والا کوئی نہیں۔ اس درجہ سماجی خاموشی ہے کہ خوف کی مند پرشک بادشاہ بنکر بر اجمان ہو چکا ہے۔ خوشنام تلوار بنکر مقتدر طبقے کے ہاتھ میں جا چکی ہے۔ عوام کیلئے تاریخی لوریاں ہیں۔ انہیں یقین دلایا جا رہا ہے کہ تمہیں ہر سہولت اور عیش و آرام، مرنے کے بعد نصیب ہو گا۔ بس سانس بند کرو اور فوراً امر جاؤ۔ آگے موجود ہی موجود ہے۔ یہ استدلال اب کمزور سے کمزور تر ہوتا جا رہا ہے۔ کیونکہ بہر حال انسان سوچتا تو ہے کہ ایک طبقہ سینکڑوں کینال کے گھر میں رہ رہا ہے۔ اسکے پاس دنیا کی ہر آسائش کیوں موجود ہے۔ سوال تو اٹھتا ہے کہ عوام کی اکثریت گھر، باعزت روزگار اور بنیادی ضروریات سے محروم کیوں ہے۔ یہ تفریق ہرگز ہرگز قدرتی اور فطری نہیں ہے۔ جو ملک ترقی کر چکے ہیں ان میں طاقتو را درغیری طبقے میں اتنا فرق نہیں ہے جو ہمارے ملک میں اڑدھا بنکر ہر صائب رائے کو نگل چکا ہے۔ مگر کیا آپ یہاں کسی سے بھی پوچھ سکتے ہیں کہ صرف تین چار دہائیوں میں بچا س کروڑ کا گھر، دو کروڑ کی جیپ اور خطیر دولت کہاں سے آئی۔ فوراً آپ کو ملک دشمن یا کسی این جی او کا ایجنت ثابت کر کے خاموش کروادیا جائیگا۔ ہمارے ملک کا اصل سانحہ یہ ہے کہ یہاں جائز سوال بھی پوچھا نہیں جا سکتا۔ ذاتی حیثیت میں معاشیات کا طالب علم نہیں ہوں۔ مگر ہمارے اقتصادی نظام کو جو لوگ چلا رہے ہیں، ان میں چند اہم ترین لوگوں کو جانتا ہوں۔ افسوس سے عرض کروں گا کہ ان میں ایک بھی ایسا شخص نہیں جو جرات مندانہ فیصلے کر کے ہماری معیشت کو ترقی کے راستے پر ڈال سکے۔ ایک بھی ایسا معاشی دانشور نہیں جو سوچ اور مذہب سے ملک کے اقتصادی معاملات کو ٹھیک کر سکے۔ مہاتیر محمد تو دور کی بات۔ اسکی قمیض کے بٹن برابر بھی کوئی ایسا ماہر نہیں جو سچ بول کر قوم کو اصل صورتحال بتائے اور پھر مضبوط فیصلے کر سکے۔ یاد رہے کہ مہاتیر محمد، میڈیا کل ڈاکٹر تھا۔ اسکو اقتصادیات کی الف ب معلوم نہیں تھی۔ پر خلوص نیت اور بالکل سادہ فیصلوں سے ملائیا جیسے پسماندہ ملک کی قسمت بدلتی۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہم معاشی خودکشی کر چکے ہیں۔ کیا اب یہ اہم شعبہ کسی بھی طریقے سے درست نہیں ہو سکتا۔ اسکا جواب کون دیگا۔ سالہا سال سے حکمتِ عملی کے تحت انتشار پھیلایا جا رہا ہے۔ مگر پارلیمنٹ، عدالیہ یا کسی ادارے نے مقتدر طبقے کی ناجائز دولت پاکستان لانے کی کوئی عملی ہمت نہیں کی۔

اس تمام صورتحال نے ایک بے حد خطرناک سازشی تھیوری کو جنم دیا ہے۔ یہ تھیوری اس درجہ خوفناک ہے کہ سوچتے ہوئے بھی کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بالکل غلط ہو۔ بلکہ میری دعا ہے کہ مکمل طور پر ابتر ہو۔ مگر درج کرنے کی ہمت کر رہا ہو۔ تھیوری یہ ہے کہ عملی طور پر ملک کے تمام ادارے اور مقتدر طبقہ ایک خاص طرح کا کھیل کھیلنے میں مصروف ہے۔ وہ یہ کہ کسی بھی طاقتور فریق اور اسکے ذاتی مالی مفادات کو کسی بھی طریقے سے نقصان نہ پہنچاؤ۔ ایک خاص حد تک کام کرو، کہ کوئی بھی فریق اتنا نقصان اٹھائے، جو با آسانی برداشت کر سکے۔ مگر اس نقصان کا ڈھنڈو را اس طرح پیٹا جائے کہ معلوم ہو کہ قیامت آچکی ہے۔ بس ظالم کی گردن کٹنے ہی والی ہے۔ مگر آپ صحیح اٹھتے ہیں تو اخباری خبروں کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہوتا۔ مثال دیتا ہوں تاکہ بات سمجھنے میں قدرے آسانی ہو۔ دہائیوں سے شور مچا ہوا ہے کہ کرپشن بہت ہو رہی ہے۔ لوٹا ہوا پیسہ ملک سے باہر بیکنوں میں محفوظ پڑا ہے۔ باہر لا تعداد جائیدادیں خریدی گئی ہیں۔ مگر سوچے، آج تک کسی بھی ادارے نے ناجائز لوٹی ہوئی دولت کو پاکستان خزانے میں لانے کیلئے مضبوط فیصلے کیے۔ کیا ایک بھی ناجائز ڈالر، واپس ملک کے اقتصادی نظام میں ضبط ہو کر آیا۔ صاحب، ستر سالہ تاریخ دیکھ لیجئے۔ آج تک، ہماری کوئی بھی حکومت، کوئی بھی ادارہ اتنی جرات اور ہمت نہیں کر سکا کہ ناجائز دولت کو غیر ممالک سے اپنے وطن میں لاسکے۔ باتیں بہت ہیں۔ بحث بہت ہے۔ گریہ بے حد ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا وجہ ہے کہ ناجائز دولت واپس نہیں لائی گئی۔ سازشی تھیوری کے مطابق تمام اداروں میں ایک آن دیکھی مفہومت موجود ہے کہ کسی بھی صورت میں دوسرے کی دولت کو نقصان نہیں پہنچانا بلکہ پہنچنے نہیں دینا۔ یہ اتفاق اب نظر آ رہا ہے۔ وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کسی بھی ملکی ادارے میں اس سطح کا ایماندار قائد، لیڈر یا بس موجود نہیں ہے جو اپنی ناک سے آگے دیکھ سکتا ہو۔ سوال یہ بھی اٹھتا ہے کہ تمام گرداؤ رائی، ہی اسلیے جا رہی ہے کہ ایک دوسرے کی ناجائز دولت کو محفوظ کیا جائے۔ سوال یہ بھی ہے کہ یہاں مقتدر طبقے کے پاس جائز پیسہ موجود نہیں ہے۔ اسلیے کوئی بھی دوسرے کو اپنی ناجائز دولت واپس لانے کیلئے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ سازشی تھیوری کے تحت آجکل کی موجودہ صورتحال بالکل ایک کھلی کتاب کی طرح ہے۔ ہر کوئی باتیں کرنے میں مصروف ہے۔ جلسہ جلسہ کھیل رہا ہے۔ مگر ٹھوس حکمتِ عملی کا وجود ہی نہیں ہے۔ بہر حال، ہو سکتا ہے کہ یہ تھیوری مکمل طور پر غلط ہو۔ سب کچھ نیک نیتی اور خلوص سے ہو رہا ہو۔

ستر برس سے ہمیں ایک سبق رٹایا جا رہا ہے کہ ہماری سلامتی کو شدید خطرہ ہے۔ دنیا ہمارے ملک کو ختم کرنا چاہتی ہے۔ روایات اور تاریخی کہانیاں سنانا کر ہمیں بھر پور عدم تحفظ کا شکار بنادیا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہر ہمسایہ ملک ہم سے شکوہ کیوں کر رہا ہے۔ وہ صرف ہمارے اوپر ہی الزامات کیوں لگاتے ہیں، کہ ہم انکے داخلی معاملات میں دہشت گردی کو ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ ہم نے مقبوضہ کشمیر کی آزادی کو اس حد تک اہم بنالیا ہے کہ ہم اپنا ملک تک بر باد کرنے بلکہ قربان کرنے کیلئے تیار ہیں۔ کیا کوئی سوال کر سکتا ہے کہ ہمارا ملک بذات خودا ہم ہے یا مقبوضہ کشمیر کی آزادی۔ سوال کرنے والا آسانی سے بھارتی ایجنت اور ملک دشمن قرار دیا جا سکتا ہے۔ لوگ خوف ذدہ ہیں۔ اکثر محفلوں میں سنتا ہوں کہ کشمیر کے بغیر پاکستان نا مکمل ہے۔ درست ہے۔ مگر کیا ہم نے اپنے ملک اور اپنے کشمیر کو اتنا بہتر ترقی یافتہ بنالیا ہے کہ مقبوضہ کشمیر ہمارے ساتھ ملنے پر فخر محسوس کرے۔ اس پر کوئی بات نہیں کرتا۔ ایک ایسا بیانیہ مرتب کیا گیا ہے جسکے خلاف سوچنے کی استطاعت کو تقریباً ختم کر دیا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا واقعی ہمارا ملک کسی بھی طریقے سے اتنا مضبوط

ہے کہ ہندوستان سے مقبوضہ کشمیر کو چھین لے۔ اسکا جواب ہمیں کارگل کی جنگ کا خوفناک انجام با آسانی سمجھا سکتا ہے۔ مگر ہم کسی قسم کا سبق نہیں سیکھنا چاہتے۔ سوال یہ بھی ہے کہ اگر ہم نے یہی وظیرہ رکھا تو کیا دنیا کے طاقتوں ملک، ہمارے ملک کو اسی طرح برقرار رہنے دیں گے۔ یہ بہت بڑا سوال ہے۔ جس پر دبے لفظوں میں بحث تو کی جاتی ہے، مگر پھر خوف کے بادل انسانی ذہن کو گرفت میں لے لیتے ہیں۔ آج تک ہمارے ملک میں امریکہ کے متعلق دلیل پر بحث کرنے کی اجازت نہیں۔ کیا جز ل ضیاء الحق کی گردن پر تلوار کھکھرا فغان جہاد میں شامل ہونے کا حکم دیا گیا تھا۔ ہرگز نہیں۔ یہ ایک گروہ کی ناجائز حکومت کو تسلیم اور طوالت دینے کی خاطر کیا گیا تھا۔ ضیاء الحق کا ایک فیصلہ ہمارے ملک کو بر باد کر گیا ہے۔ چیلے، وہ تو اس دنیا سے چلا گیا۔ مگر سوال یہ ہے کہ آج کی دنیا کیوں نہیں تسلیم کر رہی کہ ہم طالبان کے معاملے میں ڈبل گیم نہیں کھیل رہے۔ پوری دنیا کے خفیہ ادارے، انکی حکومتیں ہمارے بیانیہ کو تسلیم کیوں نہیں کر رہیں۔ کیا یہاں کوئی سوال کر سکتا ہے کہ شاند مغربی ممالک کی شک کی بنیاد درست ہو۔ ہرگز نہیں۔ یہ سوال آپ کو مصیبت میں بنتا کر سکتا ہے۔

اس وقت ہمارا تمام انحصار ایک اور طاقت کی طرف ہے۔ چین ہمارے لیے ایک نیا آقابن رہا ہے۔ ہر شہر میں سینٹرل روں نہیں، ہزاروں چینی موجود ہیں۔ ہمارے معاشرے میں ایک نئی سماجی تبدیلی آرہی ہے جو کسی بھی لحاظ سے ثابت نہیں۔ امریکہ نے تو خیر ہمیں سب سے زیادہ مالی امدادی تھی۔ ہمارے لاکھوں شہریوں کو امریکی شہریت دی تھی۔ ہمیں ڈیم اور ہر طریقے کی ترقی کے موقع فراہم کیے تھے۔ مگر کیا کوئی سوال کر سکتا ہے کہ چین کی بحیثیت تاجر، کیا شہرت ہے۔ چینی پوری دنیا میں دونہر قوم کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ بین الاقوامی سطح پر شوت، کرپشن اور نافضی کے منع کے طور پر پہچانے جاتے ہیں۔ انکا مقصد صرف ڈال رکمانا ہے۔ پاکستان انکے لیے ایک چراغہ بنادیا گیا ہے۔ کیا آپ سوال کر سکتے ہیں کہ پہلے تین چینی کمپنیاں ہی ہماری مدد کیلئے کیوں تیار ہیں۔ دنیا کے ایماندار ممالک، جرمنی، سویڈن، ناروے، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ وغیرہ ہمارے عظیم ملک میں ایک دھیلمہ لگانے کیلئے کیوں تیار نہیں۔ کیا ہمیں یہ سوال پوچھنے کا حق نہیں کہ چینی سرمایہ میں ہمارا مقتدر طبقہ کیوں ڈبکیاں لگا رہا ہے۔ کھل کر لوٹ مار کر رہا ہے۔ کسی کو سوال بھی نہیں کرنے دیا جا رہا کہ دنیا کا ایک بھی ملک ایسا نہیں جو چین کی بدولت امیر اور مہذب ہوا ہو۔ مگر یہاں اگر آپ ایسا سوال اٹھا سکتے تو ملکی ترقی کے دشمن ہوں گے۔ شاند غدار بھی کھلائے جائیں۔ ہماراالمیہ ہی یہی ہے کہ دلیل کی بنیاد پر سوال کرنے کا حق ہم سے چھین لیا گیا ہے۔ اس حق کو ہمارے جیسے مااضی میں رہنے والے معاشرے کبھی واپس لینے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔

راو منظر حیات